ہجرت کے معاملہ میں سچائی کے اعلیٰ معیار اپنائیں اور جھوٹ سے مکمل اجتناب کریں، باخدا داعی اللہ بنیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴ ستمبر ۱۹۹۰ء بمقام بیت Nunspeet ہالینڈ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

آج ہی مغربی جرمنی سے میں ان کے خدام الاحمدیہ کے اجتماع اور دیگر پروگراموں میں شرکت کے بعد یہاں پہنچا ہوں۔ جیسا کہ میری آواز سے آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ میرا اگلا اکثر تو مغربی جرمنی نے استعمال کرلیا ہے جو کچھ تھوڑا سا بچا ہے اس سے میں کوشش کروں گا کہ چند باتیں آپ سے بھی کروں۔

مغربی جرمنی کا اجتماع خدا کے فضل سے ایک بہت ہی بڑا اور عظیم الشان اجتماع تھا۔ یہاں تک کہ ربوہ سے آئے ہوئے بعض مہمانوں نے یہاں تک کہا کہ ربوہ کی یاد تازہ ہو رہی ہے اور یہ کہتے کہتے ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ وہاں کی جماعت کو خدا کے فضل سے یورپ میں یہ امتیاز حاصل ہو گیا ہے کہ سب سے زیادہ پاکستان کے تربیت یافتہ اور عدم تربیت یافتہ خدام مغربی جرمنی کے حصے میں آئے ہیں اور اس کی ایک بڑی وجہ وہاں کی عدلیہ کا بہت ہی احسان والا رویہ ہے جو جماعت احمدیہ سے وہ برتتی ہے۔ بارہا مجھ سے بھی وہاں کے عدلیہ کے ججوں نے ملاقاتیں کیں اور اس سفر میں بھی ملاقاتیں کیں۔ ان میں جو خصوصی بات میں نے دیکھی وہ یہ تھی کہ صرف عام دنیاوی طریق پر خالصۃً قانون کے تابع وہ فیصلے نہیں کرنا چاہتے بلکہ چونکہ یہ انسانی حقوق کا معاملہ ہے

اس لئے بڑی گہری نظر سے وہ جماعت احمدیہ کے حالات پر غور کرتے ہیں اور جتنے جج مجھے ملے ہیں ان سب کا یہ حال ہے کہ نہ صرف یہ کہ پاکستان کے حالات پر ذاتی طور پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں بلکہ جماعت احمدیہ کے عقائد ،جماعت احمدیہ کے اختلافات جو دوسروں سے ہیں اور جماعت احمدیہ کی روح کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض تو اس کے نتیجے میں اتنا متاثر ہیں کہ ایک جج نے مجھے بتایا کہ میرے لئے ایک لمبے تجربے کے بعد اب یہ ممکن ہی نہیں رہا کہ میں کسی احمدی کے کیس کا انکار کرسکوں کیونکہ میں محض قانونی موشگافیاں نہیں بلکہ حقیقت کی روح سے دیکھتا ہوں اوراس کے نتیجے میں میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی جماعت من حیث الجماعت ایک مظلوم جماعت ہے اوراس کا حق ہے کہ دنیا میں جہاں چاہے جا کے آباد ہوتا کہ اس کو ضمیر کی آزادی نصیب ہو۔ چنانچہ بعض جج تو جسم کی آزادی کی حد تک اپنی نظر کو محدود رکھتے ہیں اور زیادہ تر اسی جستجو میں رہتے ہیں کہ کس حد تک پناہ گزین نے عملاً جسمانی تکلیف اٹھائی لیکن جرمنی کے ججوں میں یہ بات میں نے خصوصیت سے دیکھی کہ ایک نہیں دو نہیں اس سے زیادہ تعداد میں مجھ سے جو ملے ہیں انہوں نے ہمیشہ اس بات کا ذکر کیا کہ وہ صرف یہ یقین کرنا چاہتے تھے کہ پاکستان میں جماعت احمدیہ کو ضمیر کی آزادی ہے کہ نہیں اورانہوں نے مجھے بتایا کہ چونکہ ہم اس بات پر مطمئن ہو چکے ہیں کہ پاکستان میں کسی احمدی کے لئے ضمیر کی آزادی نہیں رہی اس لئے ہم بڑی فراخدلی کے ساتھ آپ کے پناہ گزینوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی انہوں نے ایک افسوس ناک بات کا بھی ذکر کیا جس کا میں آپ سے بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ بعض احمدی جو ایجنٹوں کے پڑھائے لکھائے جھوٹ بول دیتے ہیں اس کا ان کی طبیعت پر بہت ہی برا اثر دیکھا۔ چنانچہ ایک جج نے مجھ سے کہا کہ آپ کی جماعت سے میں بہت ہی اونچی توقعات رکھتی ہوں (وہ جج خاتون تھیں) اور مجھے اس جماعت سے گہری محبت ہے۔ صرف اس وجہ سے نہیں کہ یہ مظلوم ہے بلکہ اس کے عقائد میں توازن ہے ان کے اندر بہت سی خوبیاں پائی جاتی ہیں، اخلاص ہے، بہت سی ایسی خوبیاں ہیں جن کی کوئی قیمت نہیں لیکن جب میں یہ دیکھتی ہوں کہ کوئی احمدی اپنے ایجنٹوں کے پڑھائے میں آکر، ان کی سکھائی پڑھائی میں آکر جھوٹ بولتا ہے تو مجھے اس کی بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ اب اس کو احمدیت کے لئے تکلیف پہنچنا یہ اس کی بہت بڑھی ہوئی شرافت کا نتیجہ ہے لیکن جتنی تکلیف اسے پہنچی اس سے بہت زیادہ تکلیف مجھے پہنچی۔

چنانچہ میں نے جرمنی کے اجتماع میں بھی جو خطبہ وہاں دیا تھا سب سے زیادہ اس بات کو لیا کہ احمدی اور جھوٹ کا آپس میں کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ جس طرح شرک اور توحید کے درمیان ایک بیر ہے اسی طرح سچے مؤحد اور جھوٹ کے درمیان بیر ہوا کرتا ہے اور جھوٹ اور توحید اور شرک اور توحید یہ ایک ساتھ پنپ نہیں سکتے اس لئے جو احمدی بھی اپنے ادنیٰ مفاد کی خاطر اپنی روح کو قربان کرتا ہے اور جھوٹ میں ملوث ہو جاتا ہے اتنا ہی بڑا وہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لینے والا بنتا ہے۔ روزمرہ کی مجالس میں گپ شپ کی عادت اور مبالغہ آمیزی کی عادت تو ہمارے ملک میں عام ہے لیکن جب سنجیدہ معاملات میں جھوٹ بولے جائیں تو وہ ایسی باتیں ہیں جو یقیناً خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بنتی ہیں۔ چنانچہ قسموں کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہیں نہیں پکڑے گا۔ انسانی کمزوریاں ہیں، بعضوں کو عادت پڑی ہوتی ہے **یونہی قسمیں کھاتے رہنے کی لیکن جہاں تم نے قسم کو سنجیدگی سے اپنے مفاد کی خاطر استعمال کیا اور جھوٹ بولا تو یقیناً خدا تعالیٰ تمہیں پکڑے گا۔** پس اللہ تعالیٰ بھی معمولی گپ شپ میں اور سنجیدہ جھوٹ میں فرق کرتا ہے اور سنجیدہ جھوٹ دراصل شرک کا ہی دوسرا نام ہے کیونکہ جھوٹ کے ذریعے انسان اپنے آپ کو ایسے خطرے سے بچانا چاہتا ہے جس کے لئے خدا کی پناہ بھی لے سکتا تھا لیکن خدا کی پناہ پر اس کو توکل نہیں ہوتا۔ خدا کی پناہ کے متعلق وہ اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ وہ سمجھتا ہے پتا نہیں خدا پناہ دے یا نہ دے ، میں تو بری طرح پھنس چکا ہوں اس لئے سردست خدا سے تعلق توڑ لو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر دوبارہ حاضری دیدوں گا۔ اس وقت تو جھوٹ کی پناہ میں آنا چاہئے۔ یہ وہ گہری نفسیات ہے جو ہمیشہ جھوٹے کو خدا سے تعلق کاٹ کر شیطان سے تعلق قائم کرنے پر مجبور کر دیا کرتی ہے۔ اس وقت وہ سمجھتا بھی نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں لیکن خدا جو بہت باریک نظر کے ساتھ انسانی معاملات کو دیکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ جب میری ضرورت تھی تو میرے بندے نے مجھ پہ توکل نہیں کیا اور شیطانوں پر توکل کیا اس لئے جس پر یہ توکل کرتا ہے اسی کا ہو جائے اور ایسے بندوں کو پھر خدا تعالیٰ کا پیار نصیب نہیں ہوا کرتا یہی مضمون تھا جو میں نے وہاں بیان کیا۔

آنحضرت ﷺ کی زندگی اور صحابہ کی زندگی پر آپ غور کر کے دیکھیں کہ سب سے بڑی سچائی سے اس وقت انہوں نے کام لیا جب سب سے زیادہ خطرہ درپیش ہوا کرتا تھا اور بڑے سے

بڑے خطرے کے وقت نہ صرف یہ کہ جھوٹ سے کام نہیں لیا بلکہ سچائی بڑی قوت کے ساتھ دل سے پھوٹی ہے۔ ایک موقعہ پر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ایک غزوے میں شریک تھے اور دوپہر کو قافلہ آرام کرنے کے لئے مختلف درختوں کی چھاؤں ڈھونڈتا ہوا الگ الگ پھیل گیا۔ آنحضرت ﷺ بھی ایک درخت کی چھاؤں میں تنہا لیٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے، اتنے میں ایک دشمن کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے تلوار سونتی اور آنحضرت ﷺ کو جگا کر کہا، آپؐ کا نام لے کر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اب یہاں اور کوئی نہیں ہے، تیرا کوئی ساتھی بچانے والا نہیں ہے **تو نہتا ہے اور لیٹا ہوا ہے اور میں یہ تلوار سونت کے تیرے سر پر کھڑا ہوں۔ اب بتا تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے آنحضرت ﷺ نے بڑے اطمینان سے اسی طرح لیٹے ہوئے فرمایا میرا خدا۔ اس صداقت میں ایسا رعب تھا ایسا جلال تھا کہ وہ شخص کانپ گیا اور** اس کے ہاتھ سے **تلوار زمین پر جا پڑی** ۔ آنحضرت ﷺ نے اسی تلوار کو اٹھایا اور فرمایا۔ بتا اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے اس نے ہاتھ جوڑ دیئے اور گڑ گڑا کر کہا کہ آپ معاف کریں، آپ بہت احسان کرنے والے ہیں، مجھ سے غلطی ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ **او بد بخت تجھے میرا نمونہ دیکھ کے بھی پتا نہیں چلا کہ بچانے والا کون ہے۔ وہ ایک ہی ہے جو ہمارا خدا ہے۔**

(ترمذی کتاب الصفۃ القیامۃ حدیث نمبر ۲۴۴۱)

پس خطروں کی شدت کے وقت انسان کی سچائی آزمائی جاتی ہے خطروں کی شدت کے وقت انسان کی توحید آزمائی جاتی ہے اور جھوٹ ایک شرک ہے۔ اس کی پناہ میں آنے والے پھر توحید سے ہمیشہ اپنا تعلق توڑ لیا کرتے ہیں۔ اس لئے توحید نام کی توحید نہیں ہے جو نعروں کے ذریعہ دنیا میں پھیلائی جائے۔ اللہ اکبر کے نعرے لگانے والے جب مشکل میں مبتلا ہوں اور شیطان اکبر کے نعرے لگائیں یعنی عملاً اس کی پناہ میں آجائیں تو ان کے بلند بانگ نعروں کی کیا قیمت باقی رہ جاتی ہے۔ پس چونکہ یہ ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے جسے خوب کھول کھول کر خدام کے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں آج آپ کو بھی اس بات کی یاددہانی کراتا ہوں کہ جھوٹ سے پرہیز کا عہد کریں اور ہمیشہ کے لئے توبہ کریں۔ اپنے نفس کو ٹٹولتے رہا کریں۔ چھوٹے جھوٹوں سے بھی بچنے کی کوشش کریں کیونکہ جھوٹ کی عادت انسان کو رفتہ رفتہ بڑے جھوٹ بولنے پر بھی آمادہ کر دیا کرتی ہے اور جہاں اپنے مفادات کا واقعات کے مطابق یہ تقاضا دیکھیں کہ جھوٹ بولیں گے

تو مفادات حل ہوں گے وہی مقام ہے سچ بولنے کا۔ ایسے کسی مقام پر اگر آپ سچ بولیں گے تو اگر فوری طور پر خدا نے آپ کو پناہ نہ بھی دی تب بھی آپ صدیق کہلائیں گے اور جو سزا آپ کو دنیا کی نظر سے ملے گی وہ سزا خدا کے پیار کو حاصل کرنے کا مؤجب بن جائے گی اس دن سے آپ کی زندگی کی کایا پلٹ جائے گی۔ آپ کے اندر ایک روحانی انقلاب برپا ہو جائے گا اور ایسا بھی ہوگا اور بسا اوقات ایسا ہوگا کہ جہاں خطروں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیرا ہو۔ آپ کو کوئی اور پناہ نہ ملتی ہو خدا کی خاطر آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ جو کچھ بھی ہوگا میں نے جھوٹ کی پناہ نہیں لینی تو اچانک خدا تعالیٰ کی تقدیر خطرات کے گھیروں کو توڑ دیگی اور آپ کے لئے بچ نکل کے باہر جانے کے لئے رستے کشادہ ہو جائیں گے اور یہ اتنی دفعہ بارہا احمدیوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے اور ہوتا ہے کہ یہ کوئی فرضی کہانی نہیں بلکہ امر واقعہ ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں ایک روزمرہ ہونے والا تجربہ ہے۔

پس اس وجہ سے نہیں کہ آپ کو خدا ضرور بچائے گا اس لئے آپ سچ بولیں۔ اس لئے سچ بولیں کہ خدا سچ پر راضی ہوگا اور پھر بچائے نہ بچائے وہ مالک ہے اس کی مرضی ہے لیکن شرک سے اور شیطان سے پھر آپ کو ضرور بچالے گا اور آپ کی ساری زندگی کو آئندہ پاک اور صالح بنا دے گا۔ اس لئے اس نیت کے ساتھ سچ پر قائم رہنے کا عہد کریں۔

جہاں تک جرمنی کی جماعت کا تعلق ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا وہاں کی عدلیہ کا رویہ بہت ہی احسان کا رویہ ہے اور محض قانونی نہیں بلکہ انسانی سطح پر وہ احمدیوں کے معاملات کو دیکھتے ہیں اور بہت گہرا غور کرتے ہیں اور اکثر دل سے مطمئن ہیں کہ جس جماعت کو اپنے ضمیر کی آزادی نہیں اس جماعت کا حق ہے کہ اس وطن سے ہجرت کر جائے۔ یہ دوسرا پہلو میں نے وہاں خدام الاحمدیہ کے سامنے رکھا اور آپ کو پھر مختصراً اس کے متعلق بتانا چاہتا ہوں کہ اصل ہجرت بدن کی نہیں بلکہ روح کی ہجرت ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ وہ جج جو مسلمان بھی نہیں وہ بدنوں کے مقابل پر روح کو اہمیت دے رہے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بہت زیادہ شدت کے ساتھ ہر مذہب روح کو اہمیت دیتا ہے اور بدنوں کو ثانوی حیثیت دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ بدن کی ہجرت سے بہت بڑھ کر روح کی ہجرت کا نقشہ کھینچا ہے۔ فرمایا جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی وہ یقیناً اللہ اور اس کے رسول کو پالے گا۔ جس کی ہجرت دنیا کے مقاصد اور مطالب کی طرف ہوگی

وہ دنیا کے مقاصد اور مطالب کو ہی پائے گا۔

پس آپ میں سے وہ خواہ نوجوان ہوں یا بوڑھے ہوں، مرد ہوں یا عورتیں ہوں، جو ہجرت کر کے یہاں تشریف لائے ہیں ان کو میں مختصراً یہ بات یاد کراتا ہوں کہ آنے سے پہلے اگر نیت کچھ اور تھی بھی۔ تب بھی اب اپنی نیتوں کو درست کرلیں اور دنیا سے دین کی طرف ہجرت کریں۔ یہ ہجرت زندگی کے ہر لمحے پر ہوسکتی ہے اور وہ ہر لمحہ زندگی کا ایک موڑ بن جاتا ہے جس میں انسان دنیا کی طرف سے رخ پھیر کر دین کی طرف رخ اختیار کر لیتا ہے۔ پس دعا کریں کہ آپ کو بھی زندگی کا کوئی ایسا ہی لمحہ نصیب ہو جو زندگی کا ایسا موڑ بن جائے جس میں آپ کا رخ دنیا سے ہٹ کر خدا کی طرف ہو جائے اور اگر یہ ہو جائے تو پھر آپ کی ہجرت دنیاوی لحاظ سے بھی کامیاب ہوگی اور دینی لحاظ سے بھی کامیاب ہوگی اور آپ کو زندگی کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ تو اس پہلو سے انصار کو بھی، خدام کو بھی اور لجنات کو بھی اپنے ممبروں کو اور ممبرات کو یاد دلاتے رہنا چاہئے کہ ہمیں بالآخر لازماً خدا کی طرف ہجرت کرنا ہے اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو پھر بھی بہر حال ہم خدا ہی کی طرف لوٹیں گے۔

دو ہی صورتیں انسان کی زندگی پہ آسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خدا کی طرف اس طرح لوٹے جس طرح ہنکا کر کسی چیز کو لے جایا جاتا ہے اور ایک اس طرح لوٹے کہ اس کا دل اچھلتا ہوا اپنے بدن سے آگے بڑھ کر خدا کی طرف بڑھ رہا ہو۔ اس کی روح پیش قدمی کرتی چلی جائے اور وہ اس طرح خدا کی طرف لپکے جس طرح ایک بھوکا بلبلاتا ہوا بچہ ماں کے دودھ کی طرف لپکتا ہے۔ ایسی واپسی حقیقی مومن کی واپسی ہے اور وہ لوگ جو اس دنیا میں خدا کی طرف ہجرت نہیں کرتے مرنے کے بعد قرآن کریم نے ان کا بعینہٖ یہی نقشہ کھینچا ہے کہ فرشتے ان کو ہنکا کر لے جائیں گے جس طرح جانوروں اور بھیڑ بکری کے ریوڑوں کو ہنکا کر لے جایا جاتا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے نہیں چلتے ان کو علم بھی نہیں ہوتا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ ہنکانے والے کتے بعض دفعہ ان کے لئے رکھے جاتے ہیں جو ان کو چاروں طرف سے ڈرا دھمکا کر ایک سمت میں چلنے پر مجبور کرتے ہوں، بعض دفعہ گھوڑ سوار سانٹے لے کر ان کے آگے پیچھے چلتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے مرنے کے بعد ان لوگوں کو جو مرنے سے پہلے خدا کی طرف نہیں گئے جہنم کی طرف لے جانے کا یہی نقشہ کھینچا ہے اور ایسے فرشتے جو شداد ہیں جو سختی کرنا جانتے ہیں ان کے سپرد ان لوگوں کو کیا جائے گا۔ دراصل جنت اور جہنم اسی دنیا میں بنتے ہیں جن

کی روحیں خدا کی طرف مائل ہو جاتی ہیں اور خدا سے تعلق پیدا کر لیتی ہیں اور اس دنیا میں ہی خدا کی طرف بار بار جھکنے سے ان کو لذت محسوس ہوتی ہے مرنے کے بعد کی زندگی میں یہی ان کی جنت بنے گی کیونکہ مرنے کے بعد خدا اور بندے کی روح کے درمیان سے پردے اٹھا دیئے جائیں گے اور جو چیز یہاں حسین دکھائی دے رہی تھی جب وہ پردے کم ہوں گے تو اور زیادہ حسین دکھائی دے گی اور یہی حقیقی جنت ہے جو مومن کی جنت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم ان لوگوں کو جو اس دنیا میں خدا سے راضی ہو گئے ہوں اور خدا ان سے راضی ہو گیا ہو، ان کو یہی خوشخبری دیتا ہے۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ﴿۲۸﴾ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ﴿۲۹﴾ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ﴿۳۰﴾ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ﴿۳۱﴾ (الفجر: ۲۸ تا ۳۱) کہ اے وہ نفس مطمئنہ! جو خدا سے راضی رہا اور جس سے خدا راضی ہو گیا فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ﴿۳۰﴾ آج میرے عباد کی جنت میں داخل ہو جاؤ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ۔ میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔

پس حقیقی جنت وہی ہے جس کی بناء اس دنیا میں ڈالی جاتی ہے اور وہ محبت الٰہی کی جنت ہے۔ قیامت کے بعد کی زندگی میں جو نئی روحانی زندگی ہو گی کیونکہ بندے کی روح اور خدا کی روح کے درمیان فاصلے نسبت کے لحاظ سے کم دکھائی دیں گے اور خدا کا حسن زیادہ شان کے ساتھ جلوہ گر ہو گا اس لئے خدا کے قرب کا جلوہ ہی ان روحوں کے لئے جنت بن جائے گا۔ وہ کس طرح متمثل ہوتی ہے کن شکلوں میں ڈھلتی ہے اس کے کچھ نظارے قرآن کریم نے پیش فرمائے ہیں لیکن وہ تمثیلات ہیں۔ ایسی تمثیلات ہیں جن کو ہمیں سمجھانے کی خاطر پیش کیا گیا ہے ورنہ نہ تو اس قسم کے باغات ہیں جیسے ہم باغات دیکھتے ہیں، نہ ہی وہ واقعۃً اس دودھ کی نہریں ہیں جسے ہم دودھ جانتے ہیں نہ ہی ویسا شہد وہاں بہتا ہوا دکھائی دے گا جیسا شہد ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمیں یہ نہ بتایا جاتا کہ جنت ایک ایسی چیز ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا۔ پس یہ ساری باتیں جو ہم قرآن کریم میں پڑھتے ہیں یا جن کا ذکر سنتے ہیں ان کو ہماری آنکھ نے اس دنیا میں دیکھا بھی ہوا ہے اور ہمارے کانوں نے ان کا ذکر سنا بھی ہے۔ پس یہ کیسے ممکن ہو گیا کہ ایک طرف تو ہم دیکھ بھی رہے ہوں اور سن بھی رہے ہوں، دوسری طرف ہمیں یہ بتایا جائے کبھی کسی آنکھ نے اس جنت کو نہیں دیکھا جو جنت خدا نے اپنے بندوں کے لئے محفوظ رکھی ہے اور کبھی کسی کان نے اس جنت کا ذکر نہیں سنا حالانکہ اس کا ذکر قرآن کریم میں ہم پڑھتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں۔

مراد یہ ہے وَ اُتُوْابِهٖ مُتَشَابِهًا (البقرہ:۲۶) کہ حقیقت میں کچھ ملتی جلتی سی چیزیں ہیں جو پیش کی جائیں گی لیکن جیسی اس دنیا میں ہیں ویسی ہرگز نہیں۔ وہ تمثیلات ہیں جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن ہمیں چونکہ دنیا میں یہ چیزیں اچھی لگتی ہیں اس لئے یہ بتانے کے لئے کہ بعض چیزیں بہت ہی اچھی ہوں گی ہمارے لئے کچھ نقشے کھینچے گئے ہیں لیکن حقیقت میں جو کچھ پیش کیا گیا مُتَشَابِهًا ہے اور اس دنیا میں مومن کو جو لذت ملتی ہے وہ خدا کے قرب سے ملتی ہے۔ پس مُتَشَابِهًا سے مراد یہی ہے کہ وہ جنت کے پھل، وہ جنت کے باغات خدا کے قرب کی کچھ شکلیں ہوں گی۔ کیا تجسم اختیار کریں گی ہم نہیں جانتے لیکن وہی ہیں جو زیادہ Develop ہو جائیں گی، زیادہ بڑی شان کے ساتھ ایک ایسی شکل میں ظاہر ہوں گی جن کی طرف روح لپکے گی اور ان سے غیر معمولی لذت حاصل کرے گی۔

پس جہنم بھی اسی قسم کی ایک چیز ہے اور وہ اچھی باتیں جن سے انسان آج اس دنیا میں متنفر ہوتا ہے جب ان اچھی باتوں کے قریب کیا جائے گا تو ان سے لذت حاصل کرنے کی بجائے وہ اس کے لئے ایک روحانی عذاب بن جائیں گی۔ چنانچہ اس دنیا میں جو سجدہ نہیں کر سکتا قیامت کے دن اس کے لئے سجدہ ہی جہنم ہے۔ جو اس دنیا میں خدا کا ذکر سن کر تنافر محسوس کرتا ہے اور اس کی طبیعت بھڑکتی ہے اور وہ دوڑتا ہے کہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا، اس کی بجائے ایک فلمی گانا ہو یا کوئی اور اس قسم کی دنیاوی لذت ہو تو اس کو وہ بڑے غور سے سنتا اور شوق سے قبول کرتا ہے اس کے لئے وہاں اس کی جنت موجود نہیں ہوگی۔ وہاں کوئی لغو چیز نہیں ہوگی، کوئی بیہودہ سرائی نہیں ہوگی اور ایسا شخص بے چارا اس لئے جہنم میں مبتلا ہوگا کہ اس کا ذوق Develop نہیں ہوا۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے ایک کتے کو جس کو پھل سے کوئی ذوق نہیں ہے اس کو پھل دیدیا جائے۔ جس کو گند چاہئے۔ جس کو چھیچھڑے چاہئیں جس کو مردار خوری کی عادت ہو، لاشوں کے بدبودار گوشت سے لذت محسوس کرتا ہو اس کے سامنے اگر اچھے سے اچھا پھل آپ رکھ دیں گے تو اس بیچارے کے لئے جہنم ہی ہوگی۔ چنانچہ غالب کے متعلق آتا ہے کہ اس کو پھلوں کا بہت شوق تھا۔ آم کا بہت شوق تھا اور غالب کے دوستوں میں سے ایک صاحب ایسے تھے جن کو آم سے نفرت تھی۔ بہت کم دنیا میں ایسے ہوتے ہیں مگر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ مجلس لگی ہوئی تھی سب آم کھا رہے تھے اور وہ جن کو آم سے نفرت

تھی وہ بھی اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ایک گدھے کا وہاں سے گذر ہوا تو گدھے نے آم کے پھینکے ہوئے چھلکوں اور گٹھلیوں کو سونگھا اور بڑی نفرت سے اپنے ہونٹ چڑھا کر منہ دوسری طرف کرلیا اور بغیر کھائے آگے نکل گیا تو جن کو آم سے نفرت تھی انہوں نے بے ساختہ غالب سے متاثر ہو کر کہا کہ مرزا دیکھو گدھا بھی آم نہیں کھاتا۔ غالب نے جواب دیا۔ ہاں! گدھا آم نہیں کھاتا تو ایک ''بھی'' کے ہونے یا نہ ہونے نے دیکھیں کتنا فرق پیدا کر دیا۔ وہ گدھے جو اس دنیا میں خدا کی محبت کے آم نہیں کھاتے اس دنیا میں جب ان کو آم نصیب ہوں گے تو ان کے لئے تو جہنم ہی ہوگی۔

اس لئے یہ ذوق کی پرورش کی بات ہے ذوق کی اگر سلیقے سے پرورش کی جائے تو رفتہ رفتہ وہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف حرکت کرتا ہے اسی لئے خدا تعالیٰ نے اپنی محبت کا ذوق پیدا کرنے کے لئے زندگی کو اربوں سال کے تربیت کے دور سے گزارا ہے۔ وہ معمولی کیڑے جو ابتدائی حالت سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سے بہت سی قسمیں ایسی ہیں جو گندگی سے باہر سانس ہی نہیں لے سکتیں اور وہی ان کی جنت ہے۔ کس طرح خدا تعالیٰ نے رفتہ رفتہ ایک دو سال میں نہیں، ایک دو ہزار سال میں بھی نہیں، ایک دو لاکھ سال میں نہیں، ایک دو کروڑ سال میں بھی نہیں، اربوں سال میں زندگی کو تربیت دے کر اس کو اعلیٰ ذوق کی اس منزل تک پہنچا دیا ہے جسے انسان کی منزل کہا جاتا ہے اور اس کے باوجود جب وہ تربیت پا کر اس قابل ہو گیا کہ وہ خدا تعالیٰ کی محبت میں لذت حاصل کر سکے۔ جب وہ اس لائق بن گیا کہ وہ اعلیٰ اور لطیف چیزوں کا ادراک کر سکے اور ان کو سمجھ سکے اور ان کا ادنیٰ سے فرق کرنا سیکھ لے تو اس وقت وہ واپس لوٹا اور دنیا کی طرف منہ مارنے لگ گیا اور پھر گندگی کی طرف جھک گیا۔ ایسے ہی شخص کا ذکر ایک کتے کی مثال کے ساتھ خدا تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے کہ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ (الاعراف:۱۷۷) کہ اگر ہم چاہتے ہم اس کا رفع ان صفات کے ذریعے کر دیتے جو خدا تعالیٰ نے اس کو عطا فرمائی تھیں وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ لیکن وہ بدبخت زمین کی طرف جھک گیا اور ان ادنیٰ حالتوں کی طرف لوٹ گیا جن سے نکال کر ایک بہت لمبے عرصے میں خدا نے تربیت کر کے اس کو بلند مقام تک پہنچایا تھا۔ اسی طرح سورۃ تین میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ (التین:۵تا۷) کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم

سے پیدا کیا ہے۔تقویم سے مراد ہے سیدھا اور درست کرنا۔فرمایا دیکھو ہم نے درستی کرنے کے کتنے لمبے دور سے اور تربیت کے دور سے انسان کو گزار کے اس کو کیسی اعلیٰ حالت تک پہنچادیا ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ﴿۶﴾ پھر ہم نے اس کو دنیا کی ادنیٰ حالتوں کی طرف لوٹنے دیا۔کیوں؟ اس لئے نہیں کہ خدا نے زبردستی لوٹا دیا۔اس لئے کہ وہ نہ ایمان لایا نہ اس نے اعمال صالحہ کو اختیار کیا۔اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال کو اختیار کیا وہ مستثنیٰ ہیں وہ کبھی بھی ادنیٰ حالتوں کی طرف واپس نہیں لوٹائے جائیں گے۔ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ان کے لئے ایسی جزاء ہے جو نہ ختم ہونے والی ،ان کی ترقیات بے حساب ہیں اور لامتناہی ہیں۔

پس یہ وہ فلسفہ ہے جو قرآن نے ہمیں زندگی کا فلسفہ سکھایا ہے۔جتنا لمبا عرصہ ہماری تربیت پر ہمارے ماضی میں گزرا ہے اگر آج ہم اس راہ کو اختیار کرلیں جس پر آئندہ روح کی Evolution کا مدار ہے جس کے ذریعے پھر روح نے آگے ترقی کرنی ہے تو پھر کوئی واپسی نہیں ہے۔فرمایا: پھر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جس طرح ارب ہا ارب سال کے دور سے گزار کے تمہیں تربیت دیکر انسان کے مقام تک پہنچایا تھا یہ انسان کا مقام تمہارا پہلا قدم بن جائے گا اور آئندہ اس سے بھی بہت زیادہ ترقیات تمہارے لئے رکھی گئی ہیں۔ترقی کے ایسے غیر متناہی مقامات ہیں کہ تم ان کا تصور ہی نہیں کرسکتے۔غَيْرُ مَمْنُوْنٍ وہ کبھی کاٹے نہیں جائیں گے کبھی کسی مقام پر ختم نہیں ہونگے۔

پس یہ وہ دعوت ہے جو اسلام نے آپ کو دی ہے جو قرآن کریم نے بڑے حکیمانہ فلسفے کے ساتھ کھول کر آپ کے سامنے رکھی ہے۔اس کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔آپ کے لمبے ماضی کی مثالیں دیکر آپ کو سمجھایا ہے کہ یہ دنیا باطل نہیں ہے۔انسان کی پیدائش یونہی اتفاقاً نہیں ہوئی بلکہ ایک بہت ہی بلند اور نہ ختم ہونے والے مقصد کی پیروی کے لئے انسان کو بنایا گیا ہے۔پس جیسا اس کا ماضی ہے جس میں رفتہ رفتہ ترقی دکھائی دیتی ہے۔ویسا ہی اس کا مستقبل بھی ہوسکتا ہے مگر شرط یہی ہے کہ ایمان لے آئے اور اعمال صالحہ اختیار کرے۔پس اس پہلو سے مومن کی زندگی لامتناہی زندگی بن جاتی ہے مگر اس دنیا میں اسے خدا کی طرف لوٹنا ہوگا۔اگر اس دنیا میں خدا کی طرف نہیں لوٹے گا تو اس کا متبادل یہ ہے کہ وہ اپنے ماضی کی طرف لوٹ جائے گا۔

اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ کا مطلب یہ ہے کہ بد سے بدتر اور بدتر سے بدترین ہوتا چلا جائے گا۔ یعنی وہ واپس حیوانی خصلتوں کی طرف لوٹ جائے گا۔ قرآن کریم کے اس بیان کی صداقت ہمیں ان انسانوں کی زندگی میں ملتی ہے جو لذت حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی گندگی پر منہ مارتے ہیں اور جب ان کو عام ان باتوں میں لذت نہیں ملتی جو خدا نے صحت مند لذتیں انسان کے لئے پیدا کی ہیں تو پھر وہ گندگی کو کھودتے کھودتے اور زیادہ غلاظت کی تہہ تک اترنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ جو Drug کے ذریعے ایک قسم کی روحانی لذت حاصل کرنے کا جنون ہے یہ دراصل اسی کوشش کا دوسرا نام ہے اور اس کے علاوہ جنسیات میں جس حد تک انسان اس وقت ارزل ہو چکا ہے اور اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ کی طرف لوٹ چکا ہے اس کا سارا مغربی معاشرہ گواہ ہے لیکن ماضی کی طرف لوٹنا اور حیوانی صفات اختیار کر کے لذت حاصل کرنے کی کوشش کرنا انسان کے کسی کام نہیں آسکتا۔ وہ دن بدن پاگل ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ لذتیں معنی کھودیتی ہیں ان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ اس کو کچھ سمجھ نہیں آتی کہ میں کیا کروں۔ اس پاگل پن میں پھر بہیمانہ تحریکات چلتی ہیں۔ کئی قسم کے جنون پیدا ہوتے ہیں کئی قسم کی Cults نکلتی ہیں۔ کہیں چمٹے بجا بجا کر اپنی روح کی تسکین کے سامان کی کوشش کی جاتی ہے کہیں بال بڑھا کر، کہیں بال منڈھوا کر، کہیں ایک دوسرے پر ظلم کر کے، کہیں جتھے بنا کر جرم کرنے کے نتیجے میں لذت حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ سارے وہی نقوش ہیں جن کے متعلق قرآن کریم نے نشاندہی کی تھی کہ ان نقوش پر چلتے ہوئے تم الٹے پاؤں واپس ادنیٰ حالتوں کی طرف لوٹ جاؤ گے سوائے اس کے کہ تم ایمان لے آؤ اور اعلیٰ بہترین عمل اختیار کرو اس صورت میں تمہارے لئے ترقی کا ایک لامتناہی سلسلہ کھلا ہوا ہے۔

پس خدام کو اور لجنات کو اور انصار کو یہ سبق اپنے ہر ممبر کو پڑھانے چاہئیں کہ یہ جو مغرب کا معاشرہ جس میں آج احمدی دم لے رہے ہیں۔ یہ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ کا معاشرہ ہے۔ ہر طرف سے آپ کو آوازیں پڑیں گی کہ آؤ اور دنیا کی لذتوں میں ہمارا ساتھ دو اور ہمارے ساتھ مل کر واپسی کے وہ سفر اختیار کرو جن کے نتیجے میں ہم حیوانی اور بہیمانہ لذتیں حاصل کر رہے ہیں۔ دوسری طرف خدا تعالیٰ کی آواز ہے کہ یہ تمہارے تنزل اور ذلتوں کے رستے ہیں پھر خدا کی طرف تمہارا رجوع نہیں ہو سکے گا سوائے اس کے کہ فرشتے ہانک کر تمہیں لے کے جائیں لیکن لذتوں کی طرف نہیں جہنموں کی

طرف تم ہانکے جاؤ گے اس لئے اس مقام سے واپس لوٹو آگے بڑھو اور جن مقاصد کی خاطر تمہیں حیرت انگیز طور پر روحانی ترقی دی گئی ہے، شعور دیا گیا ہے، غیر معمولی طور پر لطافتوں کے ادراک کی طاقتیں عطا کی گئی ہیں لطافتوں کو سمجھنے کی طاقتیں عطا کی گئی ہیں ان پر غور کرو، ان سے سبق سیکھو اور آگے بڑھو اور اپنے خدا کی طرف حرکت کرو اور خدا کی طرف سفر اختیار کرو۔ یہ سفر اس دنیا میں ہونا ضروری ہے ورنہ پھر اس دنیا میں جا کر یہ سفر اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ بات ہے جو قرآن کریم بار بار آپ کو سمجھاتا ہے یہ بات ہے جو آپ کو خصوصیت سے اپنی نئی نسلوں کو سمجھانی چاہئے کیونکہ جب تک ایک مضبوط فلسفہ ان کی حفاظت نہیں کرے گا وہ دنیا کی ظاہری اور سرسری لذات میں کھوئے جائیں گے۔ کوئی تنظیم اپنے کسی ممبر کے ساتھ ہمیشہ جڑ کر نہیں رہ سکتی۔ زندگی کے بہت ہی ایسے مواقع ہیں جن میں انسان تنہا سفر کرتا ہے اور تنظیم کی نظر وہاں تک نہیں پہنچتی تنظیم کی پابندیاں اس کو کسی خاص حالت پر مقید نہیں رکھ سکتی ایسے وقتوں میں جو معاشرے کے غالب اثرات ہیں وہ یقیناً اس کو اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ اس کا دل اور اس کا دماغ دونوں مطمئن ہوں کہ یہ معاشرہ گندہ اور ظالم ہے اس کے لئے نقصان دہ ہے اور پوری طرح مطمئن ہوں کہ جو راہ اس نے اختیار کی ہے اس کے پیچھے ایک گہرا فلسفہ ہے، ایک بہت بڑی حکمت ہے۔ یہ باتیں سمجھنے کے بعد پھر وہ ان کے خطرات سے باہر آ سکتا ہے بشرطیکہ دعا کا بھی عادی ہو، بشرطیکہ وہ قدم قدم پر خدا تعالیٰ سے مدد مانگنے والا ہو اور اسی پر توکل کرنے والا ہو۔

پس جہاں آپ جھوٹ سے توبہ کر کے خدا کی پناہ میں آئیں گے وہاں اس سفر میں جو یہ دوسرا سفر ہے خدا آپ کا یقیناً ساتھ دے گا اور غیر معمولی طاقت عطا کرے گا۔ ہر خطرے سے آپ کو بچائے گا اور اس رستے پر ڈال دے گا جو غیر ممنون ہے جو کبھی ختم نہ ہونے والا ہے۔ ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی توفیق کے بغیر ہم اس دنیا کے حالات بدل نہیں سکتے جس دنیا میں اس وقت یہاں موجود ہیں۔ اس دنیا کو آج دلائل سے بڑھ کر خدا والوں کی ضرورت ہے۔ لوگ بارہا مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم تبلیغ کیسے کریں؟ ہم تبلیغ کرتے تو ہیں مگر اثر نہیں دکھاتی۔ تبلیغ وہی اثر دکھاتی ہے جو خدا والے کی تبلیغ ہو۔ جو ان تجارب سے گزر رہا ہو۔ جانتا ہو کہ ایک خدا ہے وہ جانتا ہو کہ وہ خدا اس کے ساتھ ہے۔ بارہا اس کے پیار اور قرب کے جلوے دیکھ چکا ہو اس

کی بات میں وزن ہوتا ہے اس کی بات میں قوت عطا کی جاتی ہے اس کی بات میں گہرا اثر رکھا جاتا ہے۔پس یہ دو باتیں جو میں نے آپ کو بتائی ہیں ان پر آپ قائم ہو جائیں اور پھر تبلیغ کریں اور درددل سے تبلیغ کریں۔

اچھے دوستوں کو تلاش کریں اور ان کے ساتھ تعلقات بڑھائیں کیونکہ تبلیغ کا ایک اور بھی بہت اہم گر ہے جسے آپ کو لازماً سیکھنا چاہئے کہ تبلیغ رستہ چلتے بیج کا چھٹا دینے کا نام نہیں ہے بلکہ بڑی گہری حکمت کے ساتھ ایسی کاشت کا نام تبلیغ ہے جس کی انسان پھر مسلسل حفاظت کرتا ہے جو اس کے اپنے دائرہ اختیار میں ہوتی ہے ورنہ بیج پھیلانا تو کوئی تبلیغ نہیں ہے۔ آپ دنیا میں زرخیز سے زرخیز علاقے میں بیج پھیلاتے چلے جائیں، پیچھے پیچھے پرندے اس بیج کو چگتے چلے جائیں گے۔ جانور اس کو آکر ضائع کرتے چلے جائیں گے، کبھی پانی کا فقدان ہوگا کبھی کسی اور چیز کا نقصان ہوگا اور جو بیج آپ پھیلائیں گے وہ پیچھے سے ضائع ہوتا چلا جائے گا لیکن وہ بیج کام کا بیج ہوا کرتا ہے جسے ایک انسان اپنے کھیت میں اگاتا ہے جو اس کے قبضے میں ہوتا ہے۔اس کی حفاظت کرنا جانتا ہے روزاسکی پرورش کرتا ہے اس کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے اس کو اپنے ساتھ مانوس کرتا ہے اور یہی وہ سچی تبلیغ ہے جو پھل دیتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خدا تعالیٰ سے یہ عرض کی کہ: رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى (البقرہ:۲۶۱) اے خدا! تو مجھے اس بات پر مامور تو کر چکا ہے کہ میں مردوں کو زندہ کروں۔اب تو نے ہی زندہ کرنا ہے۔ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى تو بتا تو سہی کہ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔تو اللہ تعالیٰ نے جو مثال دی اس میں نکتے کی جو بہت اہم بات بیان فرمائی گئی وہ یہ تھی کہ پرندوں کو لو، چار پرندوں کو پکڑو، فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ (البقرہ:۲۶۱) بعض مفسرین بیچارے اب تک یہی سمجھتے ہیں کہ فَصُرْ کا مطلب ہے قیمہ کردو اور قیمہ کر کے چاروں طرف پہاڑیوں پر پھینک دو حالانکہ فَصُرْ کا مطلب ہے مانوس کرلو۔ اگر قیمہ کرنا ہوتو اِلَيْكَ کا کیا مطلب؟ اپنی طرف قیمہ کرلو۔کیا ہوا؟ مانوس بنانا ہوتو اس کے ساتھ اِلَيْكَ کا صلہ لگتا ہے کہ ہاں اپنی طرف مانوس کرلو، اپنے ساتھ مانوس کرلو اس لئے اس کے سوا کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتا۔ فرمایا کہ دیکھو! جب تم پرندوں کو اپنے ساتھ مانوس کر لیتے ہو تو تمہاری آواز کا جواب دیتے ہیں۔ان

کو مختلف سمتوں میں پہاڑیوں پر چھوڑ بھی آؤ تب بھی وہ تمہاری آواز پر اڑتے ہوئے تمہارے قدموں میں پہنچ جائیں گے۔ اسی طرح انسانی روحوں کی تشخیص ضروری ہوا کرتی ہے ورنہ تبلیغ کامیاب نہیں ہوسکتی ورنہ مردے زندہ نہیں ہوسکتے۔ یہ دنیا جو مادہ پرست ہو چکی ہے اس کی مثال مردوں کی سی ہے اور یہ وہ مردے ہیں جن کو زندہ کرنا آپ کا کام ہے اور زندہ کرنے کی ترکیب خدا تعالیٰ نے سکھا دی ہے۔ بجائے اس کے کہ بازاروں میں پھر کے صرف لٹریچر تقسیم کر دیا یا اسٹال لگا کے گھر آ گئے کہ جی! ہم نے بڑی تبلیغ کر دی۔ یا ویسے ہی بے ترتیب، بغیر کسی سلیقے کے، بغیر کسی پروگرام کے بحثیں چھیڑ دیں اس کا نام تبلیغ نہیں ہے۔ فَصُرْهُنَّ کے بغیر تبلیغ کامیاب نہیں ہوسکتی۔

پس آپ کو، ہر داعی الی اللہ کو لازماً اپنے ایسے دوست بنانے ہوں گے جن کے ساتھ اس کو مسلسل پیار کرنا ہوگا، بہت محبت کا سلوک کرنا ہوگا، اس کی خدمت کرنی ہوگی۔ ایسے دوست کو اپنے قریب کرنا ہوگا یہاں تک کہ وہ آپکی دنیاوی آواز پر لبیک کہنے کا اہل ہو جائے، ایسا شخص آپ کی روحانی آواز کا بھی جواب دے گا۔ یہ نکتہ ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ پس اچھے شریف لوگوں سے دوستیاں کریں اور امر واقعہ یہ ہے کہ دوستیاں ہم مزاج سے ہی ہوا کرتی ہیں اس سے ایک اور بات یہ سمجھ آ گئی کہ جن کے مزاج مختلف ہیں ان پر آپ کیوں وقت ضائع کرتے ہیں۔ جن کے مزاج ہی اور طرح کے ہیں ان کے ساتھ سر ٹکرانا اور فضول بحثیں کرنا اپنے وقت کا ضیاع ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ان کے ساتھ سر ٹکرانا ایسا ہی ہے جیسے سؤر کے سامنے موتی پھینک دیئے جائیں۔ سؤر کو موتیوں کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ پس فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ سے یہ مضمون بھی سمجھ آ گیا کہ ہم مزاج لوگ تلاش کرو۔ ایسے جو تمہارے مزاج سے ملتے جلتے ہیں۔ ان سے پیار بڑھاؤ۔ ان سے تعلقات قائم کرو۔ ان سے دوستیاں لگاؤ اور ان کو قریب کرتے ہوئے پھر ان کو زندگی کا پیغام دو۔ اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ زندہ کرنے والا میں ہوں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو میں زندہ کروں گا۔ پس اس نکتے کو آزمانا چاہئے۔ اس نسخے کو پھیلانا چاہئے اور یہ نسخہ خدا والوں کا نسخہ ہے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا والے تھے۔ اس لئے ان کے ہاتھ پہ یہ نسخہ کارگر ثابت ہوا۔ ایک ایسا شخص جو خود خدا سے تعلق نہیں رکھتا اسکی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک پرندہ جس نے خدا کے ساتھ انس اختیار نہیں کیا۔ وہ پرندہ جو خدا کی آواز کا جواب نہیں دیتا وہ کیسے توقع رکھ سکتا ہے کہ لوگوں کو خدا کی

طرف بلائے اور لوگ اس کی آواز کا جواب دیں۔ پس پہلے آپ وہ پرندہ بنیں جو خدا سے زندگی حاصل کرے، پہلے آپ وہ پرندہ بنیں جو خدا کی ذات سے مانوس ہو جائے اور اس کی آواز پر لبیک کہنا سیکھیں۔ پھر آپ لوگوں کو اپنے ساتھ مانوس کریں پھر دیکھیں آپ کی آواز میں خدائی طاقت پیدا ہو جائے گی۔ دنیا کی ان روحوں کی مجال نہیں ہوگی کہ ان کا انکار کرسکیں اور ان کے سامنے اباء کرسکیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ نسخہ سکھایا ہے کہ اس طرح خدا مردے زندہ کیا کرتا ہے۔ پہلے تم زندہ ہو اور پھر اسی مثال کے پیچھے چلتے ہوئے خدا کے دوسرے بندوں کو زندہ کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور تبلیغ کے صحیح طریق بھی سکھائے اور پھر خود اپنے فضل سے ان کو پھل لگا دے۔ ایک دفعہ اگر مومن کی تبلیغ کو پھل لگنے شروع ہو جائیں تو پھر ایسے درخت بے ثمر نہیں رہا کرتے۔ ہر موسم میں یہ پھل دیتے ہیں بلکہ وہ درخت جو خدا سے زیادہ گہرا تعلق قائم کر لیتے ہیں ان کے متعلق تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ پھر موسم ہو یا نہ ہو ہر حال میں ہمیشہ یہ پھل دیتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے یہ ایک کو ہمیشہ ایسا ہی پھل دینے والا باثمر درخت بنا دے۔